تفسیر نور العرفان (قسط ۲۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

① مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب (۱۹۷۱ء) لکھتے ہیں:

''محبوبوں کے آباد مقاموں کو جا کر دیکھنا، تاکہ اس سے اُمید پیدا ہو، جائز ہے۔ اس کے لیے سفر مباح ہے۔ سفر عرس ثابت ہوا۔''

(تفسیر نور العرفان، ص646)

❀ نیز لکھتے ہیں:

''اسی طرح اللہ کے مقبول بندوں کی خانقاہوں میں جانا، ان کے پاکیزہ حالات زندگی میں غور کرنا عبادت ہے۔ عرس کا یہی منشا ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص665)

خانقاہیں، مزار، مقبرے اور قبے معصیت کے اڈے ہیں۔ ان کو دیکھنے سے کوئی اُمید پیدا نہیں ہوتی۔ ان کی طرف سفر مباح نہیں، بلکہ ناجائز ہے۔ سفر عرس بھی معصیت ہے۔ یہ قبر پرستوں کی ایجاد ہے۔

❀ سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نَذَرَ رَجُلٌ عَلٰی عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّنْحَرَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَنْحَرَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ : هَلْ كَانَ فِيهَا وَثَنٌ مِّنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ؟ قَالُوا : لَا، قَالَ : هَلْ كَانَ فِيهَا عِيدٌ مِّنْ أَعْيَادِهِمْ؟، قَالُوا : لَا، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَوْفِ بِنَذْرِكَ، فَإِنَّهُ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ .

''ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے عہدِ مبارک میں بُوانہ مقام پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی۔ وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں نے بوانہ مقام پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مان لی ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا اس جگہ جاہلیت کے استھانوں میں سے کوئی استھان تھا، جس کی عبادت کی جاتی ہو؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: کیا اس جگہ اہل جاہلیت کا کوئی میلہ لگتا تھا؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: اپنی نذر کو پورا کرلو۔ بلاشبہ اللہ کی نافرمانی میں کسی نذر کو پورا کرنا جائز نہیں۔''

(سنن أبي داوٗد : 3313، المُعجم الكبير للطّبراني : 75/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا کردم بن سفیان ثقفی رضی اللہ عنہ کی روایت میں نبوی الفاظ یہ ہیں:

هَلْ بِهَا وَثَنٌ أَوْ عِيدٌ مِّنْ أَعْيَادِ الْجَاهِلِيَّةِ؟

''کیا اس جگہ کوئی بت یا جاہلیت کے میلوں میں سے کوئی میلہ تھا؟''

(سنن أبي داوٗد : 3315، وسندهٗ حسنٌ)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک صحابیہ نے عرض کیا:

إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَذْبَحَ بِمَكَانِ كَذَا وَكَذَا، مَكَانٌ كَانَ يَذْبَحُ فِيهِ

أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ، قَالَ : لِصَنَمٍ؟، قَالَتْ : لَا، قَالَ لِوَثَنٍ؟، قَالَتْ : لَا، قَالَ : أَوْفِي بِنَذْرِكِ .

''میں نے فلاں جگہ پر جانور ذبح کرنے کی نذر مانی ہے۔اس جگہ پر اہل جاہلیت جانور ذبح کیا کرتے تھے۔آپ ﷺ نے پوچھا: وہ کسی بت کے لیے ذبح کرتے تھے؟ صحابیہ نے عرض کیا: نہیں۔فرمایا: کسی مُورتی کے لیے ذبح کرتے تھے؟ عرض کیا: نہیں۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی نذر پوری کرلو۔''

(سنن أبي داوٗد : 3312، وسندہٗ حسنٌ)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جن جگہوں پر شرک اور کفر ہوتا ہو، وہاں جانا اور جائز نذر پوری کرنا بھی ممنوع وحرام ہو جاتا ہے، بلکہ شرک تک پہنچنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ان احادیث میں کسی جگہ نذر کو پورا کرنے کے لیے نبی اکرم ﷺ نے دو سوال پوچھے؛

① کیا وہاں غیر اللہ کی عبادت ہوتی ہے؟

② کیا وہاں مشرکوں کا سالانہ اکٹھ یا میلہ ہوتا ہے؟

دونوں سوالوں کا جواب نفی میں ملنے پر آپ ﷺ نے وہاں نذر پوری کرنے کی اجازت دی۔اگر ان دونوں میں سے کسی ایک سوال کا جواب بھی اثبات میں مل جاتا تو اس صورت میں اجازت ممکن نہیں تھی، کیونکہ ایسا کرنا آپ ﷺ کی زبانی اللہ کی نافرمانی ہے۔ کسی جگہ نذر پورا کرنے کے بارے میں یہی نبوی ضابطہ آج بھی برقرار ہے۔

اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ قبر پرست بزرگوں کی قبروں پر جو نذر و نیاز پیش کرتے ہیں، اسے وہ بزرگوں کی بجائے اللہ ہی کے نام کرتے ہیں، تو ایسا کرنا بھی شریعتِ اسلامیہ میں حرام اور ممنوع ہے، چہ جائیکہ ان کی نیت ہی غیر اللہ کی نذر و نیاز کی ہوتی ہے۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ الذَّبْحَ بِمَكَانِ عِيدِهِمْ وَمَحَلِّ أَوْثَانِهِمْ مَعْصِيَةُ اللّٰهِ .

''اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین کی میلہ گاہوں اور ان کے استھانوں پر جانور ذبح کرنا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔''

(اقتضاء الصّراط المستقیم :495/1)

❁ نیز فرماتے ہیں:

إِذَا كَانَ تَخْصِيْصُ بُقْعَةِ عِيدِهِمْ مَحْذُورًا، فَكَيْفَ بِنَفْسِ عِيدِهِمْ؟

''جب مشرکین کے میلے کی جگہ جانور ذبح کرنا ممنوع ہے، تو خاص ان کے میلے میں جانور ذبح کرنا کیسے جائز ہو گیا؟''

(اقتضاء الصّراط المستقیم :497/1)

خانقاہیں شرک وکفر کی آماجگاہیں ہیں۔ ان میں تقیہ باز روافض صوفیا کے روپ میں ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں، جو شرک بھی کراتے ہیں، نذرانے بھی قبول کرتے ہیں۔

② مفتی صاحب سورت روم (۱۳) کے تحت لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ سفارش نہ کرنی جھوٹے معبودوں کے لیے ہے۔ اللہ کے نبی، اولیاء مخلوق کی شفاعت کریں گے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص647)

انبیا اور اولیا شفاعت کریں گے، مگر اس کی، جس کے لیے اللہ تعالیٰ اجازت دے گا اور اتنی ہی سفارش، جس کی اجازت ہوگی اور وہی شفاعت کرے گا، جسے اذن ہوگا۔

یہاں دراصل مشرکین کے عقیدے کا رد ہے، وہ اپنے معبودوں کے متعلق یہ اعتقاد

رکھتے ہیں کہ اللہ کے ہاں یہ ہمارے سفارشی ہیں۔آخرت میں بھی شفاعت کریں گے۔ قرآن کریم میں اس عقیدے کا رد کیا ہے، جو جس کی پکار کرتا ہوگا، سفارش تو درکنار، وہ ان کی پکار کا بھی انکار کردے گا۔

③ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''اسی طرح کہ اس کی ہر صفت، ہر شان مخلوق کی صفات سے کہیں اعلیٰ و بالا ہیں۔لہٰذا یہ آیت اس کے خلاف نہیں کہ ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ مِثل اور مَثل میں فرق ہے۔ ﴿مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ﴾ میں رب کے نور کی تمثیل ہے، تشبیہ نہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص649)

ان آیات میں تعارض نہیں۔اللہ جیسی کوئی چیز نہیں۔دوسری آیات میں اللہ تعالیٰ کے نور کی تشبیہ بیان ہوئی ہے۔اللہ کا نور دو طرح سے ہے:

① اللہ کی صفت ② اللہ کی مخلوق

جو نور اللہ کی صفت ہے، اس کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی کیوں کہ اللہ کی کوئی مثال ہے ہی نہیں، لہٰذا یہاں وہ نور مراد لینا غلط ہے۔

اللہ کی مخلوق وہ نور ہے، جو اللہ اپنے مؤمن بندے کے دل میں اپنی معرفت و محبت اور ایمان و ذکر کے سبب ودیعت فرما دیتے ہیں۔ یہاں اسی مخلوق نور کی مثل بیان کی جا رہی ہے، اس کی تشبیہ چراغ سے دی گئی ہے، وجہ شبہ روشنی ہے، ایمان کی ہو یا چراغ کی ہو۔

لہٰذا ان دونوں میں روشنی موجود ہے اور مثل بھی اسی روشنی کی ہے۔گو کہ ایک میں روشنی زیادہ دوسرے میں کم ہے، ایک کے اوصاف میں اور دوسرے کے اوصاف میں فرق ہے۔

یہاں سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ اللہ نے جونور مومنوں کے دلوں میں پیدا کر دیا ہے، وہ نور ایمانی ہے اور نور ایمانی چراغ کی نسبت اقویٰ ہوتا ہے۔ تشبیہ میں قاعدہ یہ ہے کہ مشبہ بہ، مشبہ کی نسبت اقویٰ ہوتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی کبھی مشبہ بہ، مشبہ کی نسبت مشہور ہوتا ہے، اس وجہ سے جو مشہور ہو، اسے مشبہ بہ بنا دیا جاتا ہے، اگر چہ وہ اس کی نسبت قوی نہ بھی ہو، کیونکہ سارے لوگ اس کو جانتے ہیں۔

④ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ شرک کا دارومدار اس پر ہے کہ کسی بندے کو رب کے برابر مانا جاوے۔ اس طرح کہ اس کی اولاد یا رب کو اس کا حاجت مانا جاوے، بغیر برابری کے عقیدے کے شرک ناممکن ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص649)

جو رب تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے، اگر چہ وہ اُسے اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں سمجھتا، مگر معاملہ برابری والا ہی کرتا ہے۔ اگر مخلوق کو مختار کل، مشکل کشا، فریادرس اور کارساز سمجھے، تو یہ برابری کی بنیاد پر ہی ہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں اسلاف امت نے جسے شرک قرار دیا ہے، وہ کوئی بھی صورت مخلوق کے لیے جائز سمجھنا شرک ہے۔ جو غیر اللہ کی پکار کرتے ہیں، ان سے اولادیں مانگتے ہیں، شفا مانگتے ہیں، نقصان کو نفع میں بدلنے کی درخواست کرتے ہیں، مقدمات میں فتح چاہتے ہیں، رزق کی فراخی کا سوال کرتے ہیں، یہ سب شرک ہے۔ اگر برابری کا نظریہ نہ ہو، ان میں سے کوئی بھی چیز غیر اللہ سے مانگے، کیا یہ شرک نہیں؟ یقیناً شرک ہے۔ قرآن کریم کے مطابق اس نے اُسے اپنا الہ ومعبود بنا لیا ہے۔ اس سے برابری لازم آتی ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَللّٰهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِنْ شَيْءٍ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾(الرّوم: ٤٠)

''اللہ وہ ہے، جس نے تمہیں پیدا کیا، پھر رزق دیا، پھر تمہیں مارے گا، پھر زندہ کرے گا۔ کیا تمہارے شریکوں میں سے بھی کوئی یہ کام کرسکتا ہے؟ اللہ پاک ہے اور تمام تر شریکوں سے بلند ہے۔''

⑤ مفتی صاحب سورت روم (٢٩) کے تحت لکھتے ہیں:

''اس سے معلوم ہوا کہ عقائد میں تقلید، ظن، گمان کا اعتبار نہیں۔ عقائد یقینی تحقیقی چاہئیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص650)

کیا اعمال میں تقلید اور ظن و گمان کا اعتبار ہوگا؟ تقلید معصیت ہے۔ نہ عقائد میں جائز ہے اور نہ اعمال میں۔ اسلاف امت نے تقلید کی مذمت کی ہے، اسے جہالت و ضلالت کا نام دیا ہے۔ تقلید بزرگوں کی ہو، یا آباء واجداد کی ہو، یا نفس کی ہو، بہر صورت مذموم ہے۔ تقلید دراصل ہویٰ پرستی ہے۔ اس کی وجہ سے قومیں اللہ اور اس کے رسولوں کی باغی بنیں۔ اس کی وجہ سے انبیا کو قتل کیا گیا۔ ان کی نبوتوں کا انکار کیا گیا۔ ان کی نافرمانی کی گئی، لہٰذا تقلید عقائد و اعمال میں ممنوع و حرام ہے۔ امت میں اختلاف و انتشار کا باعث ہے۔ اگر عقائد میں تقلید نہیں، تو ماتریدی، اشعری کی نسبتوں کا کیا مطلب؟ ائمہ عظام ان نسبتوں سے پاک تھے، کوئی اپنے آپ کو شافعی، مالکی، حنبلی، حنفی، نقشبندی، سہروردی، قادری، چشتی، وغیرہ نہیں کہتا تھا۔

دراصل انسانوں کی ہدایت کے لیے وحی اُتاری گئی، لہٰذا قرآن وحدیث کی پیروی ضروری ہے۔ائمہ مسلمین کے علم کو دلیل بنا کر قرآن وسنت کا اتباع چاہیے۔

⑥ مفتی صاحب سورت روم (۳۱) کے تحت لکھتے ہیں:

''اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ نماز چھوڑنا مشرکوں کا کام ہے، تم ان میں سے نہ بنو۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص650)

یہ ہرگز آیت کا مطلب نہیں ہے۔آیت میں دو حکم دیے گئے ہیں، ایک نماز پڑھنے کا، دوسرا مشرک نہ بننے کا۔مطلب کہ نماز اور دیگر عبادات میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو۔تمام عبادات خالص اسی کے لیے سرانجام دو۔دوسرے لفظوں موحد بن کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔

⑦ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''فرعون بھی مصیبتوں میں موسیٰ علیہ السلام سے دعا کراتا تھا۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص650)

بے ثبوت بات ہے۔

⑧ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''امام حسین رضی اللہ عنہ منصور ومظفر ہیں، یزید پلید خائب وخاسر تھا۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص653)

اہل بیت کے ناموں کے ساتھ ''امام'' کا لفظ روافض کی تقلید میں ہے۔سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت برحق ہے، یزید کو کوسنا روافض کا طرز عمل ہے۔اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یزید قاتل حسین تھا یا اس نے قتل حسین کا حکم دیا تھا، یا وہ قتل حسین پر راضی تھا، تو اس پر لعنت

واجب ہے، جبکہ ان تینوں باتوں میں سے کوئی بات بھی ثابت نہیں۔ یزید کا فاسق وفاجر ہونا ثابت نہیں۔ دراصل یہ سبائیوں کی سازش ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے یزید کے نام لگا دیا۔ اس سے ان کا بڑا مفاد تھا۔ ایک تو قتل حسین کے جرم کو کسی کے نام لگانے سے خود کو بڑی رسوائی سے بچانے کی کوشش کی گئی، دوسرا یہ کہ یزید کے خلاف پروپیگنڈا کر کے اپنے متعلق اچھی رائے قائم کرنے کی ناکام کوشش کی کہ یہ اہل بیت کے محبّ ہیں۔ تیسرا یہ کہ جن صحابہ نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کی، ان کو بدنام کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے، یہ باور کراتے ہوئے کہ یہ بیعت درحقیقت قتل حسین کے لیے تھی۔ یوں صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق بدگمانی میں کامیاب ہو جائیں گے۔ چوتھا یہ کہ مسلمان یزید کے معاملہ میں بکھر جائیں گے، کوئی کیا رائے پیش کرے گا، کوئی کیا رائے۔ اس میں وہ کافی حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔ یزید کو کوئی مؤمن کہتا ہے، کوئی کافر کہتا ہے۔ کوئی جنتی کہتا ہے، کوئی جہنمی کہتا ہے۔ یزید کو گالی بنا دیا گیا۔ آج بھی اگر کوئی اپنے بچے کا نام یزید رکھے، تو اسے کوسا جاتا ہے۔

⑨ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ قرآنی مثالیں لوگوں کو سمجھانے کے لیے ہیں، کیونکہ حضور تو پہلے ہی سمجھے ہوئے ہیں، جیسے کہ قرآن لوگوں کے لیے ہدایت ہے، نہ کہ حضور کے لیے۔ حضور تو پہلے ہی ہدایت یافتہ ہیں۔ فرماتا ہے: ﴿هُدًى لِّلنَّاسِ﴾''

(تفسیر نور العرفان، ص655، 656)

یہ کہنا کہ قرآن کریم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہدایت نہیں، بہت بڑی خطا ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ﴾ (الزّخرف: ٤٤)

''(نبی!) یہ قرآن آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے نصیحت ہے۔''

⑩ مفتی صاحب سورت لقمان (٦) کے شان نزول میں لکھتے ہیں:

''یہ آیت نضر بن حارث ابن کلدہ کے متعلق نازل ہوئی، جو تجارتی سفر میں باہر جاتا، وہاں سے عجمیوں کے ناول اور قصے کہانیوں کی کتابیں خریدتا، مکہ والوں سے کہتا تھا کہ تم کو محمد مصطفیٰ عاد وثمود کی کہانیاں سناتے ہیں، میں تم کو رستم اسفندیار اور شاہان عجم کی کہانیاں سناتا ہوں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص656)

یہ بات ثابت نہیں۔

⑪ مفتی صاحب سورت لقمان (١١) کے تحت لکھتے ہیں:

''اے کافرو! تمہارا بھی یہ عقیدہ ہے کہ یہ تمام مخلوق اللہ نے پیدا فرمائی اور تم بھی مانتے ہو کہ تمہارے بت کسی چیز کے خالق نہیں، تو پھر تم بتوں کی کیوں پوجا کرتے ہو؟''

(تفسیر نور العرفان، ص657)

اس آیت سے ہر وہ شریک مراد ہے، جسے اللہ کے علاوہ مشکل کشائی، حاجت روائی، فریادرسی کے لیے پکارا جاتا ہے۔ یہ آیت بتوں اور مشرکین مکہ کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ اس کے مخاطب قیامت تک کے مشرک ہیں، جو غیر اللہ کی پکار کرتے ہیں، کہ جن کی تم پکار کرتے ہو، وہ تو ذرا کے مالک نہیں، انہوں نے کیا پیدا کیا؟ وہ تو دکھادیں۔

لوگ فرشتوں کی پکار کرتے ہیں، فرشتوں نے ذرہ بھی پیدا نہیں کیا، لوگ جنات کی عبادت کرتے ہیں، جنوں نے ذرہ بھی پیدا نہیں کیا، لوگ عیسیٰ علیہ السلام کو الہ مانتے ہیں، آپ

نے ذرہ بھی پیدا نہیں کیا، لوگ نبی کریم ﷺ کی پکار کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے ذرہ بھی پیدا نہیں کیا، اسی طرح اولیاء وصلحا کا معاملہ ہے۔

⑫ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''وہی دین سچا ہے، جس میں اولیاء اللہ ہوں کہ اب تک سوا اہل سنت والجماعت کے وہابی، دیوبندی، مرزائی، شیعہ، چکڑالوی، کسی مذہب میں اولیاء اللہ نہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص658)

ولی وہ ہوتا ہے، جو صالح ہو۔ صالح کا مطلب ہے کہ جس کا عقیدہ ائمہ مسلمین کے موافق ہو، وہ مخلص اور متبع سنت ہو۔ جو مسلک محدثین سے منحرف ہو، ولی تو دور کی بات ہے، وہ حق پرست بھی نہیں ہوتا۔ بعض لوگ خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ ان کے عقائد درست اور صحیح ہیں، جبکہ ان کے عقائد واعمال ائمہ اہل سنت کے مخالف ہیں۔ حقیقت میں یہ بدعتی اور مشرک ہیں، اہل سنت والجماعت نہیں۔

حقیقی اہل سنت والجماعت محدثین عظام تھے اور ان کے پیروکار۔ متکلمین ضالین کے عقائد کی پیروی کرنے والوں کو اہل سنت والجماعت کہلوانے کا کوئی حق نہیں۔ محض لیبل لگا لینے سے انسان حق پرست نہیں بن سکتا۔ حقائق ضروری ہیں۔

⑬ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ شریعت کے ساتھ طریقت کی بھی بڑی اہمیت ہے، شریعت ظاہری نعمت ہے، طریقت باطنی نعمت۔ شریعت کے بقا کے لیے علما اور طریقت کے لیے صوفیا، اولیاء اللہ پیدا فرمائے گئے۔ شریعت حضور کے جسم شریف کے حالات کا نام ہے، طریقت حضور کے قلب مبارک کے احوال کا لقب ہے۔''

(تفسیر نورالعرفان،ص659)

طریقت گمراہ کن باطنی صوفیا کی اصطلاح ہے، خیر القرون کے مسلمان اس اصطلاح سے ناواقف تھے، حالانکہ وہ سب سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے احوال سے واقف تھے، محبت رسول اور اتباع رسول میں کوئی ان کا ثانی نہیں۔ جب انہوں نے طریقت کی بات نہیں کی، تو بعد والوں کو ایسی باتیں کرنے کا حق کس نے دیا؟ یہ کیسا علم ہے، جو اسلاف امت میں سے کسی کے پاس نہ تھا؟ کیا وہ قرآن وسنت کے مفاہیم وحقائق سے واقف نہ تھے؟ یقیناً تھے۔لہٰذا شریعت اور طریقت کی تقسیم ہی بدعت ہے۔

پھر طریقت کے نام سے شرک اور بدعت کی جس طرح ترویج کی جاتی ہے، وہ اہل حق سے چھپی ڈھکی نہیں، دراصل یہ شریعت سے متصادم عقائد واعمال کو سند جواز فراہم کرنے کا ذریعہ ہے۔

شریعت کتاب وسنت کا نام ہے، اسی کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے، اسی کے لیے رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی، اسی کے لیے ائمہ محدثین نے خدمات کیں، اسی میں فلاح بہبود کا سامان ہے اور روز قیامت اسی کی بنیاد پر جنت وجہنم کا فیصلہ ہوگا۔ وہاں طریقت کی کوئی حیثیت نہ ہوگی۔

⑭ مفتی صاحب سورت لقمان (۲۱) کے تحت لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ شریعت کے مقابلہ میں جاہل باپ دادوں کی رسوم اختیار کرنی کفار کا طریقہ ہے اور صالح باپ دادوں کے طریقے اختیار کرنے اچھے ہیں، رب فرماتا ہے: ﴿وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ لہٰذا اس آیت سے تقلید شرعی کو کچھ تعلق نہیں۔'' (تفسیر نورالعرفان،ص659)

اس آیت کریمہ سے تقلید کی مذمت ثابت ہوتی ہے۔تقلید اللہ اور اس کے رسول کے مقابلہ میں اُمتیوں کی باتوں کو دین کا درجہ دینا ہے،خواہ وہ اُمتی بزرگ ہو، یا آباء واجداد۔ منشا ایک ہی ہے۔کفار بھی وحی کے مقابلہ میں باپ دادا کا دین پیش کرتے تھے،جس پر اللہ نے کوئی برہان نہیں اُتاری تھی۔

ائمہ محدثین کی پیروی عین ایمان ہے، کیونکہ وہ حقیقی معنی میں قرآن وحدیث کا اتباع کرتے تھے۔علم وتقویٰ میں فائق تھے اور بے تکلف تھے۔جس میں یہ تین خصائل پائے جائیں، وہ حق کا پیروکار رہتا ہے۔لہٰذا محدثین کے راستے کی پیروی درحقیقت سبیل مومنین کی پیروی ہے۔جو محدثین کے مسلک پر نہیں،اس کی پیروی جائز نہیں۔

⑮ مفتی صاحب سورت لقمان (۳۱) کے تحت لکھتے ہیں:

''اللہ کے فضل سے شریعت کی کشتی طریقت کے دریا میں تیرتی ہے اور خیریت سے پار لگتی ہے۔'' (تفسیر نور العرفان، ص661)

یہ آیت کی تحریف ہے۔طریقت بدعی اصطلاح ہے۔

⑯ مفتی صاحب سورت لقمان (۳۴) کے شان نزول میں لکھتے ہیں:

''حارث ابن عمرو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ اگر آپ سچے رسول ہیں،تو فرمایئے کہ قیامت کب ہوگی؟ میں نے کھیت بویا ہے، فرمایئے ، بارش کب ہوگی؟ میری عورت حاملہ ہے،فرمایئے بیٹا ہوگا یا بیٹی؟ اور فرمایئے کہ کل میں کیا کروں گا؟ اور فرمایئے کہ میں کہاں مروں گا؟ اس کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔''

(تفسیر نور العرفان، ص661)

باسند صحیح یہ واقعہ ثابت نہیں۔

⑰ مفتی صاحب سورت لقمان (۳۴) کے تحت لکھتے ہیں:

''﴿تَدْرِي﴾ درایت سے بنا، درایت عقل وحساب، اندازے سے جاننے کو کہتے ہیں۔یعنی یہ وہ پانچ غیب ہیں، جو عقل کے حساب سے، اندازے سے معلوم نہیں ہو سکتے، صرف وحی الٰہی سے ہی معلوم ہو سکتے ہیں اور چونکہ اس قسم کی وحی کی اشاعت کرنے کی اجازت نہیں، اس لیے عوام کو یہ باتیں نہیں بتائی جا سکتیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص661)

یہ پانچ غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ان کا علم صرف اللہ کے پاس ہے۔جب وحی کی اشاعت کی اجازت نہیں، تو نزول کا کیا معنی؟ عوام کو نہیں بتائیں گے، تو کسے بتائیں گے؟ نبی کریم ﷺ پر جو وحی نازل ہوئی، آپ ﷺ نے اُمت تک من وعن پہنچا دی، کچھ نہیں چھپایا۔

⑱ مفتی صاحب سورت سجدہ (۴) کے تحت لکھتے ہیں:

''عرش اعظم پر تجلی فرمائی، ورنہ لغوی استواء یعنی برابر ہونا، یا سیدھا ہو کر بیٹھنا رب کی شان کے خلاف ہے۔'' (تفسیر نور العرفان، ص662)

یہ واضح الحاد ہے۔قرآن کریم کی معنوی تحریف ہے اور سلف صالحین کے اجماعی فہم کی مخالفت ہے۔استویٰ کا معنی؛ بلند ہوا۔استواء کا معنی عرش اعظم پر تجلی فرمائی، یہ جہمیہ کی تفسیر ہے، اہل سنت والجماعت کی نہیں۔اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے اوپر ہے، جیسا کہ اس کے شایان شان ہے۔اس کی کیفیت کا علم اللہ کے پاس ہے۔

⑲ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''دنیا کے ظاہری انتظامات بادشاہوں اور حکام کے سپرد ہیں اور باطنی انتظامات تکوینی اولیاء اللہ سے متعلق ہیں، ان میں کوئی غوث ہے، کوئی قطب۔ اور ان کی ڈیوٹیاں بھی مختلف ہیں، یہ سب رب تعالیٰ کے انتظامات ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص662)

ظاہری اور باطنی انتظامات کی تقسیم درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سے کسی کو تکوینی اُمور نہیں سونپے، نہ کوئی غوث ہے، نہ قطب۔ یہ سب گمراہ صوفیوں کی خرافات ہیں۔

⑳ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''اس (انسان) کا دل یار کا تجلی گاہ ہے۔ جس سے وہ تمام مخلوق سے اشرف ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص663)

بے دلیل بات ہے۔ انسان کا دل اللہ تعالیٰ کا تجلی گاہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تجلی پہاڑ برداشت نہیں کر سکتے، انسان کا دل کیسے کر سکتا ہے۔ یہ سب باطنی صوفیوں کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔ انسان کو مطلق طور پر اشرف المخلوقات نہیں کہا جا سکتا۔ کتنے انسان ہیں، جن سے فرشتے اشرف اور افضل ہیں۔

㉑ مفتی صاحب سورت سجدہ (۱۸) کے شان نزول میں لکھتے ہیں:

''دونوں آیتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تصدیق میں نازل ہوئیں، جبکہ آپ سے ولید بن عقبہ ابن ابی معیط نے فخر یہ کہا تھا کہ میں جتھ والا، بہادر، مالدار، زیادہ عمر والا ہوں، تم بچے ہو، مسکین ہو، تو آپ نے فرمایا کہ جن چیزوں پر تجھے ناز ہے، ان میں کوئی چیز ناز کے قابل نہیں......۔''

(تفسیر نور العرفان، ص664)

یہ واقعہ ثابت نہیں۔

(۴۲) مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ صالحین بعد وفات زندہ صالحین سے ملتے ہیں، کلام کرتے ہیں، جواب دیتے ہیں، سنتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور نے موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی اور شب معراج میں حضور سے کلام بھی فرمایا، بلکہ ہماری یہ مدد کی کہ پچاس نمازوں کی پانچ کرا دیں، معلوم ہوا کہ اللہ کے مقبول بعد وفات بھی مدد کرتے ہیں۔'' (تفسیر نور العرفان، ص664)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات اور کلام معجزہ ہے۔ معجزہ عمومی دلیل نہیں ہوتی۔ اس سے یہ کشید کرنا کہ مقبول بندے بعد وفات بھی مدد کرتے ہیں، درست نہیں۔ فوت شدہ صالحین کا زندہ صالحین سے ملنا، ان کا کلام کرنا، جواب دینا اور سننا وغیرہ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔ یہ محض صالحین کی شان میں غلو ہے۔ مقصد شرک کو سہارا دینا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرٰى إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُونَ﴾ (الزّمر: ٤٢)

''اللہ موت کے وقت جانوں کو قبض کر لیتا ہے اور جن پر موت نہیں آئی، ان کو نیند میں قبض کر لیتا ہے۔ پھر سوئے ہوؤں میں سے جس پر موت کا فیصلہ کر دے، اس کی جان کو روک لیتا ہے اور جس پر موت کا فیصلہ نہیں کیا، اس کو ایک مقرر وقت کے بعد جسم میں لوٹا دیتا ہے۔ اس میں تفکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔''

❁ علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ (۹۷۰ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْبَزَّازِيَّةِ قَالَ عُلَمَاؤُنَا : مَنْ قَالَ : أَرْوَاحُ الْمَشَايِخِ حَاضِرَةٌ تَعْلَمُ يَكْفُرُ.

''فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ ہمارے علماء کہتے ہیں: جس نے یہ کہا کہ مشائخ کی روحیں (دنیا میں) حاضر ہوتی ہیں اور (دنیا کا) علم رکھتی ہیں، وہ کافر ہو جائے گا۔''

(البحر الرّائق : 134/5، مَجمع الأنهر لشيخي زاده :691/1)

۲۳ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضور ہمارے سب سے زیادہ مالک ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص667)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ہم سب اللہ تعالیٰ کی مملوک ہیں، ہم سب کا اللہ تعالیٰ مالک ہے۔ قرآن سے یہ ثابت کرنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے مالک ہیں، تحریف ہے۔

۲۴ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالیٰ کے نائب اعظم اور مختار مطلق ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص669)

یہ کفر و الحاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی نائب نہیں، نہ ہی اس نے کسی کو مختار مطلق بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی کمزوریوں سے پاک ہے۔

۲۵ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت سفینہ کے سامنے شیر دم ہلاتا ہوا کتے کی طرح آیا۔''

(تفسیر نور العرفان، ص672)

یہ روایت مستدرک حاکم (۶۵۵۰) وغیرہ میں آتی ہے۔ سند ضعیف ہے، محمد بن منکدر کا سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہو سکا۔

(۲۶) مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے) ان گھروں کی حرمت عرش اعظم سے سوا تھی۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص678)

بے دلیل غلو پر مبنی بات ہے۔

۲۷۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضور ہمیشہ حیات النبی ہیں اور سب کا درود وسلام سنتے ہیں، جواب دیتے ہیں۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص679)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات برزخی ہے۔ جس پر میت کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ یہ ہر ایک کو حاصل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پہنچا دیا جاتا ہے۔ سلام دو طرح کا ہے، سلام ماموراور سلام تحیہ۔ سلام مامور کا جواب نہیں، سلام تحیہ کا جواب ہے۔ وہ قبر رسول پر ہی کہا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیتے ہیں کہ فلاں نے آپ کو سلام کہا ہے، آپ کی روح مبارک لوٹا دی جاتی ہے، آپ سلام کا جواب دیتے ہیں۔ درود وسلام کا سننا ثابت نہیں۔ اس باب میں تمام روایات ضعیف ہیں۔

۲۸۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''نماز میں التحیات کے بعد (درود) پڑھنا سنت ہے۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص679)

راجح یہ ہے کہ نماز میں آخری التحیات میں درود پڑھنا واجب ہے۔

۲۹۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''درود شریف مکمل وہ ہے، جس میں صلاۃ وسلام دونوں ہوں......۔''

(تفسیر نور العرفان، ص679)

❀ نیز لکھتے ہیں:

''یہ مسئلہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ نماز والا اور درود ابراہیمی صرف نماز میں پڑھ سکتے ہیں، نماز کے علاوہ پڑھنا گناہ اور ناجائز ہے، اس لیے کہ اس میں سلام نہیں ہے، حالانکہ بحکم قرآنی سلام پڑھنا بھی درود شریف کے ساتھ اسی طرح واجب ہے، جس طرح درود شریف، وہ درود ناقص ہے، جس میں سلام نہ ہو۔ درود ابراہیمی نماز میں اس لیے جائز ہے کہ تشہد میں سلام پڑھ لیا گیا وہاں آیتِ صلوٰۃ پر مکمل عمل ہو گیا، وہابی دیوبندی حضرات چونکہ سلام کے منکر اور دشمن ہیں، اس لیے وہ درود ابراہیمی پڑھنے پر زور دیتے ہیں۔ ان کی دیکھا دیکھی بعض جاہل پیر اپنی حماقت سے درود ابراہیمی پڑھنے کا حکم دیتے ہیں، مگر قرآن مجید کی آیت پر غور نہیں کرتے، ہر وظیفہ کے لیے سب سے مکمل اور مختصر درود شریف خضری ہے وہ پڑھنا چاہیے۔''

(تفسیر نعیمی، جلد16، ص110، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ، گجرات)

مذکورہ عبارت کا مفہوم کچھ یوں ہے:

① درود ابراہیمی نماز کے علاوہ کسی موقع پر پڑھنا گناہ اور ناجائز ہے اور نماز میں صرف اس لیے جائز ہے کہ تشہد میں درود سے پہلے سلام پڑھ لیا ہوتا ہے، ورنہ وہاں بھی اس درود کی جگہ نہیں بنتی۔

② سلام کے بغیر درود ثواب کی بجائے ناجائز اور گناہ کا سبب ہے۔

③ اکیلے درود ابراہیمی سے سلام کا انکار لازم آئے گا، جو لوگ اکیلا درود پڑھتے ہیں، وہ سلام کے منکر اور دشمن ہیں۔

④ اکیلے درود ابراہیمی کی تلقین کرنے والے لوگ احمق ہیں۔

⑤ درود ابراہیمی کی بجائے درود خضری پڑھنا چاہئے۔

سلف میں کوئی بھی اس طرح کی بات نہیں کہتا، مفتی کا صاحب کا یہ تفرد اہل علم کے نزدیک قابل التفات نہیں۔ درود کے الفاظ خوب صورت ہونے چاہئیں، ان میں شرک کا شائبہ تک نہ ہو، غلو سے پاک ہوں، نیز بدعی نظریات کے موید نہ ہوں۔

۳۰۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضور کی صاحبزادیاں کل آٹھ تھیں، چار حقیقی بی بی خدیجہ کے شکم سے: زینب، رقیہ، کلثوم، فاطمہ زہرہ۔ زینب ابوالعاص کے نکاح میں تھیں، رقیہ اور کلثوم حضرت عثمان کے نکاح میں آگے پیچھے، فاطمہ زہرہ علی المرتضی کے نکاح میں۔ تمام صاحبزادیاں حضور کی زندگی شریف میں وفات پا گئیں، سوائے حضرت فاطمہ زہرہ کے۔ چار سوتیلی صاحبزادیاں؛ برہ، سلمہ، عمرہ، درہ ہیں، جو اُم سلمہ کی صاحبزادیاں ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص680)

ائمہ اہل سنت کا اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ جو مفتی صاحب نے چار سوتیلی بیٹیاں ذکر کی ہیں، اس کا ثبوت نہیں مل سکا۔

❀❀❀❀❀❀❀